ہندوستان کے ممتاز ماہر تعلیم ،مشہور دانشور سید حامد صاحب سے

ملاقات و گفتگو

سوال۔ محترم سید حامد صاحب! اسلام اور مسلمانوں کے معاملات پر آپ کی نظر کافی گہرائی اور گیرائی کی حامل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ''راہِ اسلام'' کے لئے اسلام میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں آپ سے کچھ سوالات کروں تا کہ ان مدبّرانہ جوابات کی روشنی میں خواتین صورتحال کو کچھ بہتر بنا سکیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی تابندگی سے قبل عرب میں عورتوں کو کچھ بھی حقوق حاصل نہ تھے۔ ان کی حیثیت محض کنیز کی تھی، لڑکیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا تھا، کیا یہی صورتحال دنیا کے دوسرے خطوں میں بھی تھی؟

جواب۔ جہاں تک قیاس کہتا ہے دوسرے خطوں میں صورتحال اس سے ملتی جلتی تھی۔ بعینہٖ ایسی نہیں تھی۔ بیشتر خطوں میں عورتوں کو حقوق حاصل نہیں تھے۔ یہ امر اسلام کی اولیات میں سے ہے کہ اس نے عورتوں کو حقوق دیئے اور بیشتر امور میں مردوں کے مساوی حقوق دیئے۔

سوال۔ اسلام نے عورت کو جو وقار بخشا اور جن حقوق سے نوازا وہ اپنی مثال آپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا اس کے اثرات دوسرے مذہبوں اور خطوں پر بھی پڑے؟ اس کے مثبت نتائج کہاں کہاں ظاہر ہوئے؟

جواب۔ میں نے عالمگیر سطح پر اسلام کے ان اثرات کا جو عورتوں کے حقوق کے ضمن میں دوسرے خطوں اور مذاہب پر پڑے، مطالعہ نہیں کیا ہے لیکن عورتوں کے حقوق اور مردوں سے ان کی برابری اور عورتوں کے وقار و اعتبار کا جہاں تک تعلق ہے جلد یا بہ دیر دنیا کے دوسرے ممالک اسلام سے متاثر ہوکر رہے۔ خود ہمارا ملک ہندوستان ان اثرات کی ایک نمایاں مثال ہے۔ یہاں کے عائلی قوانین پر اسلام کی گہری چھاپ دیکھی جاسکتی ہے۔

سوال۔ محترم! آپ ماہر تعلیم ہیں اور اس شعبہ میں آپ نے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے لے کر جامعہ ہمدرد کے چانسلر تک تقریباً عرصہ چوتھائی صدی میں آپ کی کاوشیں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، اس طویل مدت میں آپ نے ہندوستانی مسلمانوں بالخصوص خواتین کے تعلیمی معاملات میں جو کمیاں محسوس کیں اور ان کے ازالہ کے لئے جو ضروری اقدامات محسوس کئے ہوں، ان کی نشاندہی فرمائیں۔

جواب۔ آپ کے فراخدلانہ بیانات سے برأت کا اظہار کرنے کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیم پر ان کے گھروں اور پڑوس کا ماحول بری طرح اثر انداز ہوا ہے۔ ان کے گھر خود بھی گنجان ہیں اور عام طور پر گنجان آبادیوں میں واقع ہیں جہاں شوروشغب بچوں کو یکسوئی سے پڑھنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔ علاوہ بریں ہمارے گھروں میں پھیلی ہوئی بے خبری کی وجہ سے ان مسائل پر گفتگو ہوتی ہی نہیں جو عام طور پر انسانیت کو اور بالخصوص ہمارے شہر، ہماری ریاست یا ہمارے ملک کو لاحق ہیں۔ گفتگو عام طور پر چٹ پٹی باتوں پر مشتمل ہوتی ہے جس کا بڑا جز وغیبت، چغلخوری اور بہتان طرازی ہوتا ہے ۔ اس زاویۂ نظر اور طرزِ گفتگو کا برا اثر ایک طرف بچوں کے کرداروا طوار پر پڑتا ہے، دوسری طرف اس کے نتیجہ میں بچے دنیا اور اس کی ترقیات اور تبدیلیوں سے بے خبر رہتے ہیں۔ لہٰذا وہ تعلیم اور حصولِ روزگار کے میدان میں اپنے اہلِ وطن سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جہاں تک حصولِ علم کا تعلق ہے، مسلمانوں نے عام طور پر اس سے بے مہری برتی ہے۔ ان کی جہالت ان کی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ابتدائی تعلیم میں تو ان کی شرکت کا تناسب غنیمت ہے لیکن جیسے جیسے تعلیم آگے بڑھتی ہے مسلمان طلبہ وطلبات کا تناسب کم ہوتا جاتا ہے۔ اُن کے والدین گھریلو دھندوں میں ان کی مدد حاصل کرنے کے لئے انھیں کچی عمر میں اسکول سے اٹھا لیتے ہیں۔ اس طرح اعلیٰ تعلیم میں ان کی شرکت کم سے کم ہوجاتی ہے۔

تعلیم کا نظام ایسا ہوگیا ہے کہ بچوں کو گھر پر بہت کام کرنا پڑتا ہے۔ انھیں روز ہوم ورک دیا جاتا ہے۔ جن بچوں کی مائیں پڑھی لکھی ہیں، وہ ان کے ہوم ورک میں مدد کرتی ہیں، ان کی نصابی مشکلات کو دور کرتی ہیں اور انھیں باخبری کی نشوونما پرور فضا فراہم کردیتی ہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم کی طرف سے جو غفلت ہم نے برتی اس کے تباہ کن نتائج ہم آج تک بھگت

رہے ہیں۔ لڑکیوں کو صرف مذہبی یا صرف ابتدائی تعلیم دلانے سے کام نہیں چلے گا، انھیں اعلیٰ تعلیم دلانا دو اسباب سے بہت ضروری ہے:

۱۔ بالآخر بچوں کی اچھی تربیت کے لئے۔

۲۔ روزگار حاصل کرنے کے لئے تاکہ وہ مردوں کی دست نگر نہ رہیں اور اگر ان کی کفالت کرنے والے مرد یعنی باپ اور شوہر رحلت کرجاتے ہیں تو وہ اپنی تعلیم کی بدولت کما سکیں اور خود کفیل ہوسکیں۔

سوال۔ بیسویں صدی کی اصلاحات سے قبل ہندوستانی سماج میں بھی عورت کی پوزیشن بہت اچھی نہیں تھی۔ یہ ظلم وستم کا نشانہ بنی رہتی تھی اور شوہر کی موت کے بعد اسے جینے کا حق بھی حاصل نہیں تھا۔ کیا ہندوستان کی مسلم خواتین بھی یہاں کے ماحول اور رسم و رواج سے متاثر ہوئیں؟ اگر ہاں! تو کس حد تک؟ کیا اس سلسلہ میں کچھ عملی اقدامات کی ضرورت ہے؟ اپنے قیمتی تجربات کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب۔ بیواؤں کا عقد ان اصلاحات میں سے ہے جو اسلام کے زیرِ اثر ہندوؤں کے یہاں عمل میں لایا گیا۔ مسلمانوں نے یہاں آکر عورتوں کے تئیں اپنے برتاؤ سے معاشرہ کو متاثر ہی نہیں کیا، بلکہ بعض معاملات میں اضافہ بھی کردیا۔ پردے نے بڑی شدت اختیار کی۔ اس کا اثر صحت اور باخبری اور تعلیم سب پر پڑا۔ بعض ظالم مردوں نے بہ یک وقت کئی کئی شادیاں کیں، جس نے ان کی خانگی زندگی کو بہت پیچیدہ بنادیا، اور بچوں کو صحیح اور صحتمند تعلیم اور تربیت سے محروم کردیا۔ اس سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ بہت سے جاہل اور خودغرض مردوں نے ایک نشست میں طلاق کے مکروہ اور دلشکن اور خانہ برباد لفظ کو غصہ یا نخوت کے عالم میں تین بار ادا کرکے اپنی شریکِ حیات کو گھر سے نکال باہر کردیا۔ نتیجہ ان ساری حرکتوں کا یہ ہوا کہ مسلمان عورتیں خود داری، خود اعتمادی، وقار اور اعتبار اور حیثیت اور آگہی اور علم کے اعتبار سے اپنی اہلِ وطن سے بالعموم پیچھے رہ گئیں۔ ان کی اصلاح کے لئے ضرورت ہے ایک تعلیمی جہاد اور ایک معاشرتی انقلاب کی۔

سوال۔ اسلام میں والدین کی اطاعت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور قرآن کریم میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ جب وہ ضعیف ہوجائیں تو ان کی باتوں پر اُف تک نہ کہو اور بالعموم یہ نظریہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ، زیرِ قدم والدہ فردوسِ بریں ہے لیکن عام طور پر ہندوستان کے مسلم گھرانوں میں اس پر عمل

پیرائی کم نظر آتی ہے اس کے اسباب کیا ہیں اور انھیں کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟

جواب۔ ہماری بہت سی برائیاں تعلیم کی کمی کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں۔ تعلیم کی ہمزاد تربیت ہے۔ والدین کو چاہئے کہ شروع سے ہی بچوں کی تربیت پر زور دیں اور زندگی کی بنیادی قدروں کو، جس میں سے ایک بزرگوں کی عزت اور والدین کی خدمت ہے، ان کی رگ و پے میں پیوست کردیں۔ لڑکیوں کی تربیت اس ضمن میں زیادہ اہمیت اختیار کرلیتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ یہی لڑکیاں جب بہوئیں بن کر جاتی ہیں تو وہ اپنے شوہر کے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتیں اور اپنی سسرال کو مغایرت اور کبھی کبھی حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ ہماری معیشت اُس لعنت کے نیچے کراہ رہی ہے جسے نیوکلیر فیملی کہتے ہیں یعنی میاں بیوی اور ایک یا دو بچے۔ آج مشترک خاندان کا تصور بے دم اور بے جان ہوکر رہ گیا ہے۔ ہر طرف خودغرضی اور اقربا فراموشی اور بعض جگہ والدین بے زاری کا بول بالا ہے۔ صارفیت اور مادیت نے آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور زندگی کی اچھی قدریں جن کے بوتے پر تہذیب نے ترقی کی ہے، آنکھوں سے اوجھل ہوگئی ہیں۔ نظام تعلیم میں قدروں کو کلیدی جگہ ملنی چاہئے۔

سوال۔ رسول اکرمؐ کے اقوال و احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، جیسا کہ روایتوں میں ہے کہ ایک بار کسی شخص نے آپ سے سوال کیا کہ ہماری خدمتوں اور محبتوں کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے جواب دیا ''تمہاری ماں'' اس نے پھر سوال کیا ''اور اس کے بعد؟'' آپ نے پھر وہی فرمایا ''تمہاری ماں'' اس شخص نے پھر وہی سوال کیا۔ ''اور اس کے بعد، آپ نے پھر وہی فرمایا ''تمہاری ماں''۔ چوتھی بار جب اس شخص نے وہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ''تمہارے والد''۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں عورت کو کس درجہ فضیلت عطا کی گئی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ اس کے اسباب کیا ہیں اور ان کا تدارک کیسے کیا جائے؟

جواب۔ فتنہ وہیں سر اُٹھاتا ہے جب ہم اسلام اور مسلمان میں امتیاز نہیں کرتے۔ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور بیٹی کی صحیح پرورش اور اس کی شادی کردینے کا بڑا اجر ہے۔ جائے عبرت ہے کہ مسلمان مرد بعض اوقات عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔ عورتوں کے حق میں رائے عامۃ قائم کرنا چاہئے۔ وراثت میں ان کا حق برابر دینا چاہئے۔ طلاق با ثلاثۃ کو متروک سمجھنا چاہئے۔ عورتوں کی تعلیم کی

طرف پوری توجہ مطلوب ہے۔ تعلیم کے علاوہ انھیں ہُنر کی تربیت بھی دیجئے تا کہ وہ خود کفیل ہوسکیں اور مردوں کی دست نگر نہ رہیں۔ تاریخ کا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ اسلام نے ہی مذاہب عالم میں سب سے پہلے عورتوں کو حقوق دیئے اور اسلام کے مردوں نے آہستہ آہستہ مقامی ماحول سے متاثر ہو کر ان حقوق سے عورتوں کو محروم کردیا۔ یہ افسوس ناک صورتحال ہے۔

سوال۔ موجودہ دنیا پردہ کو عورتوں کی آزادی و ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے حالانکہ ایران کا اسلامی انقلاب اور وہاں کی موجودہ صورتحال دونوں اس امر کی نفی کرتے ہیں کیونکہ وہاں زندگی کے مختلف شعبوں میں خواتین حجاب میں رہتے ہوئے بھی، مشغول کار نظر آتی ہیں۔ موجودہ ہندوستانی سماج میں مسلمان عورتیں کس طرح تعلیم کے میدان اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں آگے بڑھیں، یہ ایک بڑا چیلنج ہے کیونکہ نئی عمر کے بچے اور بچیاں نشیب وفراز اور عوامل وعواقب سے واقف نہیں ہوتے، وہ وہی کرنا چاہتے ہیں جو اُن کے گردوپیش ہورہا ہے۔

ایسی نازک اور پیچیدہ صورتحال میں خاصکر لڑکیوں کی تعلیم و تربیت ایک دشوار مرحلہ بن گئی ہے۔ ان حالات کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟

جواب۔ ہندوستان میں ہم نے پردہ کی شدت میں بڑا اضافہ کردیا اور اس کے ذریعہ ذہنوں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اس طرح عورتیں صحت اور باخبری اور سوجھ بوجھ سے محروم ہوگئیں۔

ایران کی طرح ملیشیا میں بھی خواتین بیشتر حجاب کے ساتھ دفاتر میں کام کرتی ہیں۔ ہندوستان میں عورتوں کی اعلیٰ تعلیم کا مسئلہ زیادہ سنگین ہے۔ بدقسمتی سے یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مسلمان لڑکے تعلیم سے غلفت برت رہے ہیں۔ مسلمان لڑکیاں جب تعلیم حاصل کرنے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جاتی ہیں تو انھیں مخلوط تعلیم کے خطرات اور ترغیبات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اس سے بدتر یہ بات کہ وہ غیر مسلم لڑکوں کی جو بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں، ذہانت اور حیثیت اور امکانات دیکھتے ہوئے، کشش محسوس کرنے لگتی ہیں اور بسا اوقات ہم اپنی لڑکیوں کو اس طرح کھو بیٹھتے ہیں۔ ہمارے یہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیاں یوں بھی کم ہیں۔ اس پر ستم یہ ہے کہ وہ بھی اغیار کے ہاتھوں میں چلی جائیں۔ صورتحال سے عہدہ برآں ہونے کے لئے دو طریق کار ذہن میں آتے ہیں: ہم اپنی بچیوں کو اپنے گھروں میں دین کی بنیادی تعلیم سے بہرور کردیں تا کہ وہ سمجھنے لگیں کہ غیر مسلموں سے شادی بہت بڑا

گناہ ہے اور یہ بھی کہ اسلام اور ایمان ہمارا سب سے بڑا اثاثہ ہے۔ دوسرے ہم اپنے لڑکوں کو آرام طلبی، جہالت، غفلت اور نکھٹو پن سے بچائیں تاکہ ہماری لڑکیوں کو خود ان کی قوم میں اچھے اور خاطر خواہ بر مل سکیں اس طرح کہ جس جماعت میں وہ پڑھ رہی ہیں اس میں اچھے مسلمان لڑکے معقول تعداد میں ہوں۔

مسلمان والدین کو یہ احساس بار بار دلانا چاہئے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کی دینی اور اخلاقی تربیت دینا ان کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ بچپن میں ہی دینی اور اخلاقی اقدار کو ان کے ذہن میں پیوست کر دینا چاہئے تاکہ وہ اسلام اور کمتر راست روی اور گمراہی، حیاء اور بے حیائی میں امتیاز کر سکیں۔